OPEN ACCESS
ABHATH
(Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.*

ISSN (Print) : 2519-7932
ISSN (Online) : 2521-067X
October-December-2022
Vol: 7, Issue: 28
Email: abhaath@lgu.edu.pk
OJS: https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

نصوص کے تعارض میں تطبیق کی صورتیں: ابن حزم کا نقطہ نگاہ

Forms of application in conflict of texts: Ibn Ḥazm's point of view

DOI: https://doi.org/10.54692/abh.2022.07281642

Hafiz Farhan Arshad
Assistant Professor, GIFT University, Gujranwala:
farhan.arshad@gift.edu.pk

ABSTRACT

The first source for explaining the rules of Sharia is the Qur'an and the second is Ḥadith. Both of these sources of Sharia’s are proven by revelation from Allah Almighty. When these two are proved by revelation, there is no contradiction between them if the ḥadith is a prophetic argument in mentioning and explaining the Sharia’s rules, then from the point of view of reasoning, both Kitab and Sunnah are equal and there is no difference between them. The other cannot be rejected on the basis of the presence of one, but both help in explaining the details of the sharia. Ibn Hazm also considers them to be equal in reasoning. Both of these are Sharia’s texts and the level of consensus is after them. Proves to be the argument. Imam Ibn Hazm claims that the texts never contradict each other, but if there is an apparent contradiction between them, then there are four ways to resolve the contradiction

Keywords: Ḥadith, Ibn Ḥazm Qura’an, Sharia, Sunnah-

تعارف:

احکامِ شریعت کی تبیین کا ماخذ اول قرآن اور ماخذ ثانی حدیث ہے۔ شریعت کے یہ دونوں ماخذ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی سے ثابت ہیں۔ جب یہ دونوں وحی سے ثابت ہیں تو ان میں کسی قسم کا تضاد اور اختلاف نہیں۔ احکام شریعت کو بیان کرنے میں حدیث حجت ہے، تو استدلال کے اعتبار سے کتاب و سنت دونوں برابر ہیں اور ان میں کوئی

فرق نہیں ہے۔ ابن حزم ظاہر کا نظریہ بھی یہی ہے کہ کتاب وسنت دونوں ہی شرعی نصوص ہیں، استدلال کے اعتبار سے یہ دونوں برابر ہیں اور ان میں کسی قسم کا تفاوت نہیں۔ لہٰذا اجماع کا درجہ ان دونوں نصوص کے بعد ہی ہے۔

امام ابن حزم ظاہری کے نقطہ نگاہ کے مطابق کتاب وسنت کبھی بھی آپس میں متعارض نہیں ہو سکتی؛ اس لیے کہ یہ دونوں من جانب اللہ ہیں اور دونوں کا ماخذ وحی ہے۔ اگر کہیں بظاہر تعارض نظر آ بھی جائے تو اس کے لیے ابن حزم ظاہری نے تطبیق کی راہ کو اختیار کیا ہے اور مختلف تطبیق کی صورتیں واضح کی ہیں جن سے نصوص کا ظاہری تعارض بھی حل ہو جاتا ہے۔

سابقہ کام کا تحقیقی جائزہ

کتاب وسنت کے باہمی تعلق کا عنوان اصولیین کی کتب میں مذکور ہے اور اس موضوع پر عربی، اردو اور انگلش میں لٹریچر بھی موجود ہے۔ اس بارے میں امام شاطبی نے اپنی کتاب "الموافقات" میں، علامہ ابن قیم نے "اعلام الموقعین میں، امام شافعی نے "الرسالۃ" میں اور دیگر اصولیین کے مؤقف کو تو بیان کیا گیا ہے لیکن نصوص کے تعارض کے لحاظ سے امام ابنِ حزم کا جو ایک الگ سے مؤقف ہے اس پر اس طرح سے ریسرچ موجود نہیں، اس آرٹیکل میں تعارض نصوص اور ان میں تطبیق کے حوالہ سے ابنِ حزم کے مؤقف کو واضح کیا گیا ہے۔

کتاب وسنت کی مساوات باعتبار وجوب اطاعت

شرعی احکام کے ذکر وبیان میں حدیث نبوی حجت ہے تو استدلال کے نقطہ خیال سے کتاب وسنت دونوں برابر ہوئے اور ان میں کوئی تفاوت نہیں اور نہ ہی ایک کی موجودگی کی بنا پر دوسرے کو رد کیا جا سکتا ہے بلکہ دونوں شریعت کی تفصیلات بیان کرنے میں ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ ابنِ حزم استدلال میں بھی ان کو برابر سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں شرعی نصوص ہیں اور اجماع کا مرتبہ ان کے بعد ہے قرآن کو جو سبقت وتقدم حدیث پر حاصل ہے اور قرآن کریم کی جو شان ومقام حدیث سے بلند وبالا ہے، وہ اعتبار ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن سے حدیث نبوی کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ابن حزم فرماتے ہیں:

"ولا خلاف بين المسلمين في أنه لا فرق بين وجوب طاعة قول الله عز وجل (وأقيموا الصلاة وآتوا لزكاة وأطيعوا الرسول لعلكم ترحمون) وبين وجوب طاعة رسوله صلى الله عليه وسلم في أمره أن يصلي المقيم الظهر أربعا والمسافر ركعتين وأنه ليس ما في القرآن من ذلك

بأوجب ولا أثبت مما جاء من ذلك منقولا نقلا صحيحا عن النبي صلى الله عليه وسلم وإن كانوا قد اختلفوا في كيفية الطريق التي بها يصح النقل فقط-"[1]

"مسلمانوں کے یہاں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ" اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں کہ مقیم ظہر کی چار رکعتیں پڑھے اور مسافر دو رکعتیں پڑھے۔"وجوبِ اطاعت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ یہ امر بھی قابل تسلیم ہے کہ قرآن میں جو احکام مذکور ہیں وہ احادیث صحیحہ میں ذکر کردہ احکام کی نسبت کچھ زیادہ واجب نہیں ہیں، بلکہ وجوب کے لحاظ سے مساوی ہیں۔ اگرچہ صحت نقل کے اعتبار سے قرآن و حدیث میں فرق پایا جاتا ہے۔[2]

ابنِ حزم حدیث نبوی کو مثلِ قرآن قرار دیتے ہیں اور وجوب اطاعت کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں سمجھتے وہ اس آیتِ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ[3] (جو رسول علیہ السلام کی اطاعت کرے گا اس نے گویا خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔)

اس کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت وحی ہونے کے لحاظ سے بھی برابر ہیں اور یہ بات بھی ان کے درجہ میں مساوی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے: وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی[4]

(اور وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے یہ تو وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔)

جب قرآن و حدیث وحی ہونے کے لحاظ سے برابر ہیں تو استدلال میں بھی ان کا مرتبہ ایک ہی ہے۔ اس لحاظ سے اب کوئی دوسری دلیل اس اصول کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اجماع اور شریعت کے دیگر جتنے بھی دلائل ہیں ان سب کا مرتبہ یقینی طور پر ان کے بعد ہے۔

---

[1] ابن حزم،ابو محمد، علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام (القاہرہ: دارالحدیث1404 ھ) ج:2،ص:22

Ibn e Ḥazm, Abū Muhammad, ʿAlī bin Aḥmad, Al-Iḥkam, Fī Oussoul Al-Iḥkam, (Al-Qāhirah: Darul Hadees, 1404), Vol, 2 p.22.

[2] ابن حزم، الاحکام، ج:2،ص :22

Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, Vol, 2 p.22.

[3] القرآن، 80:4

Al Qur'ān:4/80

[4] القرآن، 3:53

Al Qur'ān:3/53

ابن حزم ظاہری کے ہاں کتاب وسنت کا ربط:

ابن حزم ظاہری نے اپنی کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں کتاب وسنت کے باہمی تعلق کو ان جہتوں سے واضح کیا ہے۔

ابن حزم ظاہری کتاب وسنت کو مقام ومرتبہ میں مساوی مانتے ہیں، ابن حزم کے ہاں خبر واحد سے حاصل ہونے والا علم یقینی ہوتا ہے، خبر واحد سے کتاب اللہ کے عام کی تخصیص کرنا درست ہے، کتاب وسنت کا کبھی بھی آپس میں تعارض نہیں ہو سکتا، اگر بظاہر کبھی تعارض ہو بھی جائے تو ان میں تطبیق دی جائے گی کسی ایک کو بھی رد نہیں کیا جائے گا، اگر تطبیق بھی ممکن نہ ہو تو ان میں سے ایک نص کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ ماننا پڑے گا، اگر تقدیم وتاخیر کا بھی علم نہ ہو تو کسی کو ناسخ ومنسوخ بھی نہیں قرار دیا جا سکتا، ناسخ کے علم نہ ہونے کی صورت میں کسی ایسی تیسری نص کی طرف رجوع کیا جائے گا جو اس بارے میں کسی نئے حکم کی طرف دلالت کرے تو اس نئے حکم پر عمل کیا جائے گا۔[5]

امام ابن حزم کے اس بیان سے بھی یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی صورت میں بھی ہم سنّت کا تعلق کتاب اللہ سے ختم نہیں کر سکتے۔

کتاب وسنت میں عدم تعارض:

کتاب وسنت کے تعلق کے بارے میں اس بات کو دلائل سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ سنت کبھی تو قرآن کی توضیح کرتی ہے، اور کبھی اس کے مجمل کی تفصیل کرتی ہے؛ اس لیے وہ اپنے مقام ومرتبہ میں کتاب اللہ کے برابر ہے۔ امام ابن حزم کتاب وسنت کے مرتبہ میں مساوی ہونے کے اثبات پر ایک اور طریق سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نصوص کے مابین کبھی تعارض پیدا نہیں ہوتا۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ:

کتاب وسنت کے درمیان کبھی بھی ایسا تعارض سامنے نہیں آیا جس کی بنا پر کسی ایک کو بالکل ترک کرنا پڑے، اور کسی بھی صورت میں اس پر عمل نہ ہو۔ ایسی صورت میں نہ تو کبھی آیات قرآنیہ باہم متصادم ہوتی ہیں اور نہ ہی احادیث میں کبھی تعارض وتناقض رونما ہوتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کے مسائل واحکام کی

[5] ابن حزم، الاحکام، ج:2، ص:35

Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, vol,2 p.35.

توضیح میں سب نصوص باہم ملتی جلتی ہیں اور ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں اس لئے کہ جب نصوص کا مصدر وماخذ وحی الٰہی ہے تو ان میں تعارض کا رونما ہونا کیسے ممکن ہے ؟[6]

امام ابن حزم کا یہ دعوٰی عین عقل کے مطابق ہے؛اس لئے کہ قرآن کے وحی الٰہی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اسی طرح وہ احادیثِ آحاد جن کو عادل راویوں نے روایت کیا ہو اور آپ ﷺ سے ان کی سند بھی متصل ہو تو وہ آپ کی جانب حتمی اور قطعی طور پر منسوب ہوں گی لہٰذا ان کے وحی الٰہی ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔جب اس طرح نصوص سے کتاب و سنت کا وحی ہونا ثابت ہو گیا تو ان کے درمیان تعارض مطلقاً رونما نہیں ہو سکتا کیونکہ جب کتاب وسنت کا ماخذ ایک ہے تو اس پاکیزہ اور معصوم ماخذ کے ہوتے ہوئے تعارض کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

قرآن کی آیت کریمہ اس کی عکاسی کرتی ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔[7]

(اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بڑا اختلاف پاتے۔)

تعارُضِ نصوص میں ابنِ حزم کا مؤقف:

یہ بات تو مسلّم ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے نصوص میں کسی بھی قسم کا تعارض نہیں پایا جاتا لیکن بعض دفعہ ظاہری طور پر نصوص میں تعارض معلوم ہوتا ہے اور بظاہر یوں نظر آتا ہے کہ دو نصوص آپس میں ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔اس قسم کے تعارض کو دور کرنے میں علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔کچھ علماء کرام نے ترجیح کا پہلو اختیار کا ہے اور وہ بعض نصوص کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں اس لحاظ سے کہ بعض نصوص کو رد کر دیا اور بعض کو راجح قرار دے دیا اب سوال یہ ہے کہ علماء کے ان اقوال میں ابن حزم کا مؤقف کیا ہے۔؟

تو نصوص کے تعارض کے ضمن میں امام ابن حزم کا مؤقف دیگر علماء سے بالکل جدا ہے وہ کسی بھی نص کی تردید نہیں کرتے بلکہ تمام نصوص پر عمل کرتے ہیں،اور نصوص کے ظاہری تعارض میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے کو بھی درست نہیں سمجھتے۔اس ضمن میں فرماتے ہیں:

---

[6] ابن حزم، الاحکام ،ج:2، ص:20

Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, vol,2 p.20.

[7] القرآن،4:82

Al Qur'ān:4/82

"إذا تعارض الحديثان أو الآيتان أو الآية والحديث فيما يظن من لا يعلم ففرض على كل مسلم استعمال كل ذلك لأنه ليس بعض ذلك أولى بالاستعمال من بعض ولا حديث بأوجب من حديث آخر مثله ولا آية أولى بالطاعة لها من آية أخرى مثلها وكل من عند الله عز وجل وكل سواء في باب"[8]

جب دو حدیثیں یا دو آیات یا آیت و حدیث کسی جاہل شخص کی نگاہ میں باہم متعارض ہوں تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ سب دلائل پر عمل کرے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی قابل ترجیح نہیں ہے۔ نہ ایک حدیث کے مقابلہ میں واجب تر ہے اور نہ ایک آیت کی اطاعت دوسری سے زیادہ ضروری ہے۔ سب خدا کی طرف سے ہیں اور وجوبِ اطاعت کے اعتبار سے بھی مساوی ہیں۔[9]

ابنِ حزم جہاں نُصوص کے تعارض کی نفی کرتے ہیں، ان پر عمل کو واجب قرار دیتے ہیں اس سے بڑھ کر ان کا دعوٰی یہ ہے کہ نصوص میں سرے سے کوئی تعارض موجود ہی نہیں بلکہ یہ تو ایک دوسرے کی مؤید ہوتی ہیں ۔امام ابن حزم نے اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے اور اپنے قول کی صداقت کے لیے نصوص کی ہم آہنگی ثابت کی ہے یہی وجہ ہے جن نصوص میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے آپ اُن کی تطبیق و توفیق کا بیڑا اُٹھاتے ہیں۔ اسی بنیاد پر امام ابن حزم ایک نص کو دوسری نص پر ترجیح دینے کو درست نہیں قرار دیتے۔ چناچہ آپؒ لکھتے ہیں:

"وقال بعض أهل القياس نأخذ بأشبه الخبرين بالكتاب والسنة وهذا باطل لأنه ليس الذي ردوا إليه حكم هذين الخبرين أولى بأن يأخذ به من الخبرين المردودين إليه بل النصوص كلها سواء فيوجب الأخذ بها والطاعة لها فإذا قد صح ذلك بيقين فما الذي جعل بعضها مردودا وبعضها مردودا إليه؟ وما الذي أوجب أن يكون بعضها أصلا وبعضها فرعا وبعضها حاكما وبعضها محكوما فيه ؟----وإذا كانت النصوص كلها سواء في باب وجوب الأخذ بها فلا يجوز تقوية أحدها بالآخر وإنما ذلك من باب طيب النفس وهذا هو الاستحسان الباطل"

" بعض اہل قیاس یہ کہتے ہیں کہ ہم دو متعارض حدیثوں میں سے اس حدیث کو قبول کریں گے جو سنت کے زیادہ موافق ہو۔ یہ بات باطل ہے، کیوں کہ انہوں نے جس آیت کو ان دونوں حدیثوں کے مابین فیصلے کے لیے معیار بنایاہے، وہ ان دونوں حدیثوں سے زیادہ اس کا حق نہیں رکھتی کہ اسے قبول کیا جائے۔ تمام نصوص اس لحاظ سے برابر

---

[8] ابن حزم، الاحکام، ج:2،ص:21

Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, Vol, 2 p.21.

[9] ایضا.

ibid

ہیں کہ انہیں قبول کرنا اور ان کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ جب یہ بات یقینی طور پر درست ہے تو پھر ان میں سے بعض کو معیار بنانا اور بعض کو ان کی طرف لوٹانا کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اور ان میں سے بعض کو اصل اور بعض کو فرع یا بعض کو حاکم اور بعض کو محکوم فیہ بنانے کی کیا بنیاد ہے؟ جب تمام نصوص واجب الاتباع ہیں تو ایک کے ذریعہ سے دوسری کی تائید کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ یہ تو بس ذاتی پسند اور ناپسند کی بات ہو گی جو استحسان کی ایک باطل صورت ہے۔"

ابن حزم کے ہاں تطبیق کی صورتیں:

امام ابن حزم کا دعوٰی ہے کہ نصوص کا آپس میں کبھی بھی تعارض نہیں ہوتا لیکن اگر کہیں ظاہری طور پر ان کا تعارض نظر آ رہا ہو تو اس تعارض کو رفع کرنے کی چار صورتیں ہیں وہ ظاہری تعارض کبھی بھی تطبیق کی ان چار صورتوں سے باہر نہ ہو گا۔ اگر چار کی چار صورتیں منطبق نہ بھی ہوں تو ان میں سے ایک نہ ایک ضرور پائی جائے گی۔ امام ابن حزم نے ان چار صورتوں کو ذکر کرنے کے بعد ان میں سے ہر ایک کی مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔ اس حوالے ابن حزم لکھتے ہیں:[10]

"فإذا ورد النصان كما ذكرنا فلا يخلو ما يظن به التعارض منهما وليس تعارضا من أحد أربعة أوجه لا خامس لها إما أن يكون أحدهما أقل معاني من الآخر أو يكون أحدهما حاظرا والآخر مبيحا أو يكون أحدهما موجبا والثاني نافيا فواجب ههنا أن يستثنى الأقل معاني من الأكثر معاني ۔۔۔۔الخ"[11]

وجہ اوّل:

پہلی وجہ تخصیص یہی ہے کہ بعض دفعہ دو نصوص اس طریق پر متعارض ہوتی ہیں کہ ایک میں کم معنی ہوتے ہیں اور دوسری میں زیادہ۔ ایک میں حرام کا ذکر ہوتا ہے اور دوسری میں مباح کا یا ایک مثبت ہو اور دوسری نافی۔ اس صورت کا حل یہ ہے کہ اقل کی اکثر سے نفی کر دی جائے گی؛ اس لیے کہ اقل کو نکال دینے کے بعد جو باقی رہتا ہے اس میں اکثر کا حکم موجود ہوتا ہے ابن حزم ایسی تطبیق کی متعدد مثالیں ذکر کرتے ہیں۔

پہلی مثال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

[10] ابن حزم، الاحکام ، ص:22

Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, p.22.

[11] ابن حزم، الاحکام، ج:2، ص:23

Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, Vol, 2 p.23.

لا ینفرن أحد حتی یکون آخر عهده بالبیت [12]

(کہ تم میں سے کوئی ایک بھی طواف وداع کیے واپس نہ لوٹے۔)

اس کے باوجود حائضہ عورت کو آخری طواف کے بغیر واپس لوٹ جانے کی اجازت دے دی۔

وأن عائشة حاضت، فنسكت المناسک کلها غیر أنها لم تطف بالبیت[13] اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آیا تو انہوں نے تمام عبادات ادا کیں، سوائے اس کے کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا لہٰذا حائضہ عورت طواف وداع کے حکم سے مستثنیٰ ہوئی۔

دوسری مثال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان دمائکم و اموالکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا[14]

(تمہارا خون، مال اور ناموس و آبرو تم پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے لیے اس دن کا احترام ہے۔)

اس کے باوجود حرم میں فساد کرنے والے کو قتل کرنے کی اجازت دی۔

تیسری مثال: ارشاد ربانی ہے:

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ [15] (اور تمہاری رضاعی مائیں بھی تم پر حرام ہیں۔)

اب یہ آیت رضاعت میں عام ہے چاہے ایک دو گھونٹ ہی دودھ کے کیوں نہ پیے ہوں اس سے رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ لیکن آپ ﷺ کے فرمان نے آکر ایک دو گھونٹ کو مستثنیٰ قرار دیا۔ لاتحرم المصة ولا المصتان[16] (ایک، دو گھونٹ سے حرمت نہیں ہوتی۔)

---

[12] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع، رقم الحدیث 1327

Imam Muslim bin Ḥajāj, Al-Sahīh, Al-Muslim, Kitāb ul Ḥajj, Ḥadīth Number: 1327.

[13] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، ابواب العمرة، باب عمرة التنعیم، رقم الحدیث 1785

Imam Bukhārī, Muhammad bin Ismāʿīl, Al-Jāmiʿ Al-Sahīh, Abwābul Umrah, Ḥadīth Number: 1785.

[14] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب الخطبة ایام منی، رقم الحدیث 1739

Al-Jāmiʿ Al-Sahīh, Kitāb ul Ḥajj, Ḥadīth Number: 1739.

[15] القرآن، 4:82 Al Qur'ān:4/82

[16] مسلم، کتاب الرضاع، باب فی المصة والمصتان، رقم الحدیث 1450

Al-Sahīh, Al-Muslim, Bāb Fi almassah, Ḥadīth Number: 1327.

چوتھی مثال: قرآن کریم میں مشرک عورتوں سے نکاح کرنے کو حرام قرار دیا اس کے پہلو بہ پہلو پاک دامن اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ خاص وعام کے مابین اختلاف کے مظاہر ہیں پھر اقل کے ساتھ اکثر کی تخصیص کر دی جاتی ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں۔

ہم دیکھتے کہ ان مسائل میں اقل کو اکثر سے مستثنیٰ کر لیا گیا ہے۔ ان میں بعض دلائل کا بعض دلائل سے اِباحت کا ثبوت ہوتا ہے اور بعض سے حرمت کا۔ کہیں حدیث کا مقابلہ آیت سے ہو رہا ہے اور کہیں آیت کا حدیث سے بعض اوقات ایک آیت دوسری آیت اور ایک حدیث دوسری حدیث کے معارض دکھائی دیتی ہے ہمیں اس سلسلہ میں اس بات کی مطلقًا پروانہیں کہ دونوں میں سے کون سی نص پہلے وارد ہوئی اور کون سی بعد میں یا اکثریت کے مفہوم والی پہلی وارد ہوئی یا بعد میں، اس میں تقدیم و تاخیر دونوں مساوی ہیں اور ایک کی بناء پر دوسری کو چھوڑا نہیں جائے گا۔ بلکہ دونوں پر عمل کیا جائے گا۔[17]

جمع و تطبیق کی دوسری وجہ:

ظاہری طور پر تعارض کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک نص ایک حکم کو عام طور پر واجب کرتی ہے اور دوسری نص اس حکم کو خاص طور پر واجب کرتی ہے یا اس کے برعکس ہو، ایک نص عام طور سے منع کرتی ہو اور دوسری خاص طور سے۔ امرِ اول کی مثال یہ آیت کریمہ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی[18]

(اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا اور اقارب پر خرچ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔)

دوسری آیت میں فرمایا: **وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا**[19] (اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیجئے۔)

دوسری آیت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا اور یہ پہلی آیت کے عموم میں داخل ہے کیونکہ والدین اَقارب میں داخل ہیں۔ ایک آیت میں فرمایا:

وَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ اِنۡ طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ مَالَمۡ تَمَسُّوۡهُنَّ اَوۡتَفۡرِضُوۡا لَهُنَّ فَرِیۡضَةً وَّمَتِّعُوۡهُنَّ عَلَی الۡمُوۡسِعِ قَدَرُه وَعَلَی الۡمُقۡتِرِ قَدَرُه[20]

---

[17] ابن حزم، الاحکام ،ج:2،ص:23 — Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, Vol, 2 p.23.

[18] القرآن، 95:16 — Al Qur'ān:16/95

[19] القرآن، 23:17 — Al Qur'ān:17/23

[20] القرآن، 236:2 — Al Qur'ān:2/236

(اگر تم عورتوں کو چھونے اور ان کا مہر مقرر کرنے سے قبل طلاق دے دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور ان کو کچھ فائدہ دے دو خوشحال آدمی اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگدست اپنی وسعت کے مطابق۔)

دوسری آیت میں فرمایا: وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ[21]

(اور حسبِ دستور مطلقہ عورتوں کو فائدہ پہنچانا متقی لوگوں کے لئے ضروری ہے۔)

پہلی آیت دوسری آیت کا ایک جزو ہے اور اس میں داخل ہے۔

حرام قرار دینے والی آیت کی مثال یہ آیت ہے: اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْر[22]

(بہایا گیا خون یا خنزیر کا گوشت حرام ہے۔)

دوسری آیت میں فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ[23] (تم پر مردار اور خون حرام کر دیا گیا۔)

ذکر کردہ آیات میں سے بعض میں کسی حکم کو عام طور پر واجب کیا گیا ہے اور بعض میں اسی حکم کو مخصوص طریقہ سے واجب کیا گیا ہے۔ یا کسی آیت میں کسی کام سے عام طور پر منع کیا گیا ہے پھر اس میں سے بعض افراد کو خاص کر لیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں دمِ مسفوح کا ذکر کیا اور دوسری میں عام خون کا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب عام کا ذکر کیا گیا ہو جو خاص کے قریب ہو تو وہ اس کے خلاف نہیں ہو گا لہٰذا اسے مخصص قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تخصیص تب ہو گی جب خاص کا حکم عام کے مخالف ہو۔ جب خاص عام کے موافق ہو تو اسی کا حکم جاری رہے گا اور خاص کا ذکر صرف اس لئے ہو گا کہ اس میں ایجاب یا منع کا مزید اہتمام کیا گیا ہے مثلاً حسنِ سلوک ہر حال میں مطلوب ہے مگر والدین کے ساتھ ایک عام صورت میں مطلوب ہے۔

اسی طرح زناکاری عام طور پر ممنوع ہے اور پڑوسی کی بیوی سے تو خاص طور پر منع ہے۔ ہر مطلقہ عورت کو کپڑے وغیرہ دینا واجب ہے مگر جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا اور اسے چھوا بھی نہ گیا ہو تو اسے خاص طور پر دینا

---

[21] القرآن، 2:341 — Al Qur'ān:2/341

[22] القرآن، 6:48 — Al Qur'ān:6/48

[23] القرآن، 5:3 — Al Qur'ān:5/3

ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان آیات میں کوئی تعارض نہیں پایا جاتا۔ معارضہ وہ شخص فرض کرتا ہے جو مفہوم مخالف کا قائل ہے۔ مثلاً وہ یوں کہتا ہے کہ آیت کریمہ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا میں والدین سے حسن سلوک کو واجب کیا گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں سے بد سلوکی کی اجازت ہے گویا حسنِ سلوک صرف والدین کے ساتھ مخصوص ہے جو شخص یہ کہتا ہے وہ الفاظ سے ایسے معنٰی مراد لیتا ہے جن کے وہ متحمل نہیں ہیں پھر نصوص میں تعارض فرض کرتا ہے۔ حالانکہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔[24]

جمع و تطبیق کی تیسری وجہ:

جمع و توفیق کی تیسری وجہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک نص ایک عمل کو خاص کیفیت کے ساتھ واجب کرتی ہو یا خاص زمانہ میں یا معین اشخاص پر واجب قرار دیتی ہو یا کسی معین مقام پر یا معین عدد کے ساتھ یا ان میں کسی قید کے ساتھ واجب کرتی ہو۔ دوسری نص میں ایک ایسے عمل سے منع کیا گیا ہو جس کا پہلی نص سے تعلق ہو یا اس کی جنس یا نوع سے ہو اور نہی حال زمانہ یا مکان یا مخصوص اشخاص کے ساتھ مختص ہو اس کی مثال یہ آیت کریمہ ہے:

وَلِلّٰہِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا [25]

(اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔)

اس آیت میں استطاعت رکھنے والے کو حج کا حکم دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: **لاتسافر المرأۃ ثلاثا، الا ومعھا ذو محرم**[26]

(کہ عورت محرم کے بغیر تین دن سے زائد کا سفر نہ کرے۔)

آیت کریمہ میں حج اور حدیث مبارکہ میں عورت کے سفر کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ کلام میں دونوں احتمال موجود ہیں یا تو حدیث کو آیت کا مخصص قرار دیا جائے گا اور آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ یوں تو حج ہر اس شخص پر فرض ہے جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتا ہو خواہ مرد ہو یا عورت، البتہ جس عورت کا خاوند یا محرم رفیق سفر نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہے، اکثر فقہاء اسی کے قائل ہیں۔

---

[24] ابن حزم، الاحکام ، ج:2، ص:24

Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, Vol, 2 p.24.

[25] القرآن، 3:97

Al Qur'ān:3/97

[26] امام مسلم، الصحیح للمسلم، کتاب الحج، باب سفر المراۃ، رقم الحدیث 1338

Al-Sahīh, Lil-Muslim, Kitāb ul Ḥajj, Ḥadīth Number: 1338.

نیز قرآن کریم میں فرمایا: وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا[27] (اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو ۔)

دوسری طرف آپ نے جمعہ کے روز خاموش رہنے کا حکم بھی دیا۔ غرضیکہ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن میں ایک نص ایک خاص حال زمان یا مکان میں ایک حکم کو ثابت کرتی ہے دوسری نص جنس یا نوع میں اس کے خلاف ہوتی ہے ابنِ حزم دونوں پر عمل کو واجب قرار دیتے ہیں بایں طور کہ ایک نص دوسری کی مخصص ہو گی البتہ تخصیص میں اس امر کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اس امر کے لئے کوئی وجہ ترجیح ہونا چاہیے کہ ہم ایک کو مخصص کیوں قرار دیتے ہیں اور دوسری کو مخصوص کس لئے؟

مذکورہ آیتِ کریمہ میں سلام کا حکم دیا گیا دوسری طرف مندرجہ ذیل حدیث میں خطبہ جمعہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم فرمایا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا قلت للناس انصتوا وهم يتكلمون، فقد لغوت على نفسك يعني يوم الجمعة[28] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :جمعہ کے روز)دورانِ خطبہ (لوگوں کو تیرا یہ کہنا "چپ رہو" جب کہ وہ باہم گفتگو کر رہے ہوں، ایک فضول اور لغو بات ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت دو متعارض حکم دیے گئے ہیں ایک میں سلام کا جواب دینے کا حکم ہے اور دوسرے میں خاموش رہنے اور خطبہ سننے کا۔ کسی ایک نص کو دوسری کے مقابلہ میں ترجیح بھی حاصل نہیں اندریں صورت وجہ اول پر عمل کرنا پڑے گا اور وہ یہ ہے کہ اقل کو اکثر سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ ابن حزم کی رائے یہ ہے کہ مسئلہ زیر نظر میں اقل تو بوقتِ نماز سلام کو جواب دینا ہے لہٰذا خاموشی کا حکم اگرچہ صادر کیا گیا ہے، تاہم سلام کا جواب دینے سے خطبہ کے سماع میں خلل پیدا نہ ہو گا۔[29]

خلاصہ: اس سے واضح ہوا کہ ظاہری طور پر اگر تعارض ہو بھی جائے تو ابن حزم کی نظر میں اس کا حل بڑا آسان ہے؛ اس لیے کہ جہاں دو دلیلیں وارد ہوئی ہوں۔ وہاں ابنِ حزم ایک نص کو دوسری کی مخصص مانتے ہیں۔ نیز

---

[27] **احمد بن شعیب نسائی، سنن نسائی، رقم الحدیث 824**
ImamNisāie, Ahmad bin Shoaib, Sunan Nisāie, Ḥadīth Number: 824.

[28] **الجامع الصحيح، كتاب الجمعة، باب الإنصات يوم الجمعة والإمام يخطب، رقم: 934**
Al-Jāmiʿ Al-Sahīh, Kitāb ul Ḥajj, Ḥadīth Number: 934.

[29] ابن حزم، الاحکام ، ج:2، ص:27
Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, Vol, 2 p.27.

اس لئے کہ نص میں ایک لحاظ سے عموم پایا جاتا ہے اور دونوں ایک خاص جگہ جمع بھی ہو جاتی ہیں اور ایک دوسری سے الگ بھی ہوتی ہیں۔ لہٰذا دوسرے دلائل کی مدد سے مخصص کو راجح قرار دیا جائے گا۔

جمع و تطبیق کی وجہ چہارم:

اب تک تطبیق کی جو تین صورتیں بیان کی گئی ہیں اگر ان میں غور و فکر کیا جائے تو دونوں دلیلوں پر عمل کرنے سے دونوں دلیلوں کا طریقہ واضح ہو جاتا ہے وجہ اول میں مکمل طور پر نص خاص پر عمل کیا جاتا ہے۔ نصِ عام پر مستثنیات کو نکالنے کے بعد عمل کیا جاتا ہے تیسری وجہ میں ایک کو کسی دلیل کی بناء پر مخصص تسلیم کیا جاتا ہے یا تطبیق دی جاتی ہے وجہ ثانی میں بلا جمع و تطبیق دونوں دلیلوں عمل کیا جاتا ہے اور کوئی قدر مشترک نہیں نکالی جاتی الا یہ کہ تعارض مفہوم مخالف کی قسم سے تعلق رکھتا ہو۔ ظاہر ہے کہ مفہوم مخالف الفاظ کا مقتضاء نہیں ہے حالانکہ ظاہری علماء ہمیشہ ظواہر الفاظ پر اعتماد کرتے ہیں۔

تطبیق کی چوتھی صورت میں شدید تعارض پایا جاتا ہے بعض صورتوں میں ایک نص منسوخ بھی ہو جاتی ہے یہ تب ہوتا ہے جب ایک نص حکم کے اعتبار سے دوسری کی ضد ہو یا دونوں میں کامل مغایرت پائی جاتی ہو۔ مثلاً ایک نص حرام کرتی ہو اور دوسری مباح، ایک واجب کرتی ہو اور دوسری ساقط۔ ابن حزم اس ضمن میں کہتے ہیں کہ جب ایک نص کا دوسری سے متاخر ہونا ثابت ہو جائے اور اس کے ناسخ ہونے پر دلیل بھی قائم ہو جائے تو نص منسوخ پر عمل کرنا جائز نہ ہو گا بلکہ صرف ناسخ پر عمل کیا جائے گا لیکن نسخ کے لئے کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے بلا دلیل نسخ کا فتوی صادر نہیں کیا جا سکتا۔ کسی نص کو اسی وقت ناسخ کہیں گے جب دوسری نص سے اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو جائے گا۔ یہ حکم اس صورت میں صادر کیا جائے گا جب ایک نص کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ وہ دوسری کی ناسخ ہے جب ناسخ ہونا ثابت نہ ہو تو ابن حزم اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جو ایسی جدید نص وارد ہو جو دونوں دلیلوں سے قبل موجود نہ ہو تو نصِ جدید بھی معمول بہ قرار پائے گی۔ ان دونوں دلیلوں کے وارد ہونے سے قبل جو نص موافق تھی وہ معمول بہ نہیں ہو گی۔[30]

ابنِ حزم فرماتے ہیں کہ:

---

[30]ابن حزم، الاحکام ، ج:2، ص:2

Ibn e Ḥazm, AL-IḤKAM, Vol, 2 p.27.

اس امر میں غور و فکر کرنا ہمارے بس کی بات نہیں کہ اگر ان دونوں دلیلوں میں سے کوئی وارد نہ ہوتی تو جو نص ان کے وارد ہونے سے قبل ہمارے طریقہ کے موافق ہو گی اسی پر عمل کیا جائے گا اور دوسری کو ترک کر دیں گے اس کے خلاف جائز نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم قبل ازیں حدیثِ موافق پر عامل تھے پھر بلا شبہ ہم نے نئی وارد شدہ دلیل پر عمل کرنا شروع کر دیا لہٰذا یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ ہم نے سابقہ معمول کو ترک کر دیا۔ پھر اس امر زائد کا منسوخ ہونا ہمیں کسی دلیل سے ثابت نہ ہوا۔ لہٰذا ہم ایک یقینی بات کو بنا بر شک ترک نہیں کر سکتے اور حقیقت کی خلاف ورزی کی بناء پر درست نہیں تصور کرتے۔[31]

کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے:

اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡـًٔا[32]

(وہ تو صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن حق کی جگہ کام نہیں دے سکتا۔)

نتائج بحث

☆ابن حزم کتاب اللہ و سنت کو مقام و مرتبہ میں مساوی مانتے ہیں ان میں کسی بھی لحاظ سے فرق نہیں کرتے۔

☆کتاب و سنت کا کبھی بھی آپس میں تعارض نہیں ہو سکتا۔

☆اگر بظاہر کبھی تعارض ہو بھی جائے تو ان میں تطبیق دی جائے گی کسی ایک کو بھی رد نہیں کیا جائے گا۔

☆اگر تطبیق بھی ممکن نہ ہو تو ان میں سے ایک کو ناسخ دوسری کو منسوخ ماننا پڑے گا۔

☆اگر تقدیم و تاخیر کا بھی علم نہ ہو تو کسی کو ناسخ و منسوخ نہیں قرار دے سکتے۔

☆ناسخ کے علم نہ ہونے کی صورت میں اس بارے میں کسی تیسری نص کی طرف رجوع کیا جائے گا جو اس بارے میں کسی نئے حکم کی طرف دال ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔

---

[31] ابن حزم، الاحکام ، ج:2، ص:29

Ibn e Ḥazm, Al-Iḥkam, Vol, 2 p.29.

[32] القرآن، 29:53

Al Qur'ān:53/29

سفارشات

کتاب اللہ اور سنّتِ رسول دونوں ہی شریعت کے ماخذ ہیں۔ ان کے درمیان کسی قسم کا تعارض ہے یا نہیں، یہ فقہ کا ایک اہم موضوع ہے جس پر فقہاء نے اپنے اپنے انداز میں اپنی اپنی رائے پر دلائل ذکر کیے ہیں، فقہ کی اہم کتب میں اس بحث کا ذکر ملتا ہے۔ اس آرٹیکل میں "نصوص کے تعارض میں" ابن حزم ظاہری کے مؤقف کو واضح کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر کئی اہم شخصیات کے حوالہ سے کام کیا جاسکتا ہے جن میں چند ایک یہ ہیں۔

نصوص کے تعارض میں امام ابن تیمیہ کا مؤقف

نصوص کے تعارض میں علامہ ابن قیم کا مؤقف

نصوص کے تعارض میں امام شاطبی کا مؤقف

نصوص کے تعارض میں امام شاہ ولی اللہ کا مؤقف

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License